© rasailojaraid.com

خلیفہ عبدالحکیم

دوسرے مذاہب سے اسلام کی روش و تعلقات

اسلام کا موقف دوسرے مذاہب کے مقابلے میں

اسلام نے دوسرے مذاہب و ادیان کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا اس کے متعلق قرآن میں واضح احکام موجود ہیں جب قرآن نے کہا کہ لا اکراہ فی الدین (مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں) تو گویا اس نے غیر مبہم الفاظ میں تمام دوسرے ادیان کا پوری آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا بنیادی حق تسلیم کر لیا۔ آیت "لا اکراہ فی الدین" میں لفظ دین اپنے مفہوم کے لحاظ سے مروجہ لفظ "مذہب" سے بہت وسیع معنویت کا حامل ہے۔ قرآن میں لفظ دین مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱) کسی ملک یا ملت کے قوانین (۲) قانون کے مطابق سزا اور جزا (۳) ایک جائز قوت نافذہ کی اطاعت (۴) طریقہ زندگی جس میں عقاید اور اعمال شامل ہیں۔ حضرت یوسف کے قصے میں آتا ہے۔

ما کان لیا خذا خاہ فی دین الملک، دین "الملک" میں دین کا لفظ دوسرے معنوں میں استعمال ہوا۔ لا اکراہ فی الدین میں دین کا لفظ اپنے وسیع ترین مفہوم میں استعمال ہوا ہے، جس میں عقاید و اعمال سبھی داخل ہیں۔ ایک فرد یا قوم کا طریقہ زندگی درحقیقت اس کے نظریہ حیات کا عکس ہوتا ہے جس کو وہ شعوری یا لاشعوری طور پر قبول کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب مغرب میں انسانی زندگی کو دینیت اور لادینیت' روحانیت اور مادیت' مذہب اور ریاست کی مکمل اور مطلق ثنویت میں تقسیم کیا گیا' تو اس سے پہلے انسان کی تمام تر زندگی کی تشکیل خواہ وہ پرائیویٹ ہو یا معاشرتی سب مذہبی عقائد پر ہی ہوتی تھی۔ مذہبی اقدار و اصول زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہوتے تھے۔ عقائد' اخلاق' آداب و قوانین اور رسوم و رواج سب ایک ہی کل کے مربوط اجزا سمجھے جاتے تھے' اس لیے جب قرآن نے دین کے معاملے میں مکمل آزادی کا اعلان کیا تو اس آزادی کا مفہوم امریکی صدر روزولٹ کے اعلان کردہ "چار آزادیوں" سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سلطنت میں کوئی قوم یا ملت اپنے شخصی قانون کی پیروی پر مصر ہو تو اسے اس کی پوری آزادی ہونی چاہیے' اگرچہ دوسرے حقوق کی طرح اس حق کا استعمال بھی چند حدود کے اندر محدود ہوگا۔ اگر یہ بنیادی اخلاقی اقدار کے خلاف ہو یا معاشرے کے امن اور ملک کے دفاع میں خلل انداز ہو تو اس پر عمل کرنے کی کلی ممانعت ہوگی' خواہ وہ کسی ملت یا قوم کے مذہب کا جزو ہی کیوں نہ ہو۔ ایک اسلامی ریاست میں مثلاً کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی چتا پر جلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی' خواہ ایک ملت کے نزدیک یہ عمل کتنا ہی پسندیدہ کیوں نہ ہو۔ اس طرح ہر حالت میں بلاتفریق مذہب و ملت ربا' جوا اور زنا مکمل طور پر حرام ہوں گے۔ اس قسم کی حدود اور پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف ملتوں اور قوموں کو اپنے اپنے عقائد و اعمال کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی ہوگی اور اس بنیادی اصول کا جواز قرآن حکیم کی اسی آیت "لاآکراہ فی الدین" سے مستنبط ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی دفاعی جنگوں کے متعلق یہ غلط نقطہ نگاہ پیش کیا جاتا ہے کہ آپؐ عرب کے بت پرست قبائل کو تلوار کے زور سے اپنے دین میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شامل کرنا چاہتے تھے۔ ایک مدت تک آنحضرتؐ نے کوشش کی کہ یہ لوگ مسلمانوں کو اپنے عقائد اور نظریہ حیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی آزادی دیں تاکہ وہ اور مسلمان دونوں ایک پرامن ماحول میں اپنے اپنے طریقوں پر عمل پیرا ہوتے رہیں لیکن آپ کو اس مقصد میں کامیابی نہ ہوسکی۔ اس ناکامی کے بعد آنحضرتؐ بقول کارلائل ایک انسان اور ایک عرب کی حیثیت سے مجبور ہوگئے کہ اپنے دین و عقیدے کی آزادی اور بقا کے لیے قوت کا مقابلہ مناسب قوت سے کریں۔ وحشی اور ظالم قبیلوں کے ساتھ پرامن ترغیب اور رواداری کا برتاؤ ناممکن تھا۔ اگر ان کے خلاف قوت کا استعمال نہ کیا جاتا تو اسلام اسی وقت ختم ہو جاتا۔ ان کی ذہنیت کا اندازہ تو اس سے ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کی خبر سنتے ہی انہوں نے مسلمانوں کی نوخیز ریاست کے مرکز مدینے پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ انہوں نے بظاہر اسلام کی سیاسی طاقت کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ مسلمانوں کے بلند عزائم اور حوصلے کا نتیجہ تھا کہ وہ اس بغاوت کے ضرر رساں نتائج سے محفوظ رہے اور یہ رجعت پسند تحریک ہمیشہ کے لیے ختم کر دی گئی۔ آنحضرتؐ کا رویہ ان لوگوں اور قبیلوں کے متعلق خالص صلح کن اور رواداری کا بہترین مظہر تھا جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ غیر جارحانہ رویہ اختیار کیے رکھا۔ جب وہ مکے واپس آئے جہاں ان وحشی اور ظالم لوگوں نے مسلمانوں پر ہر قسم کے جور و ستم روا رکھے تھے تو آنحضرتؐ نے ان تمام باتوں کو محض اس لیے فراموش کر کے انہیں معاف کر دیا کہ اب اسلام کو ان سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔

جب آنحضرتؐ مدینے پہلی دفعہ پہنچے جہاں کے باشندوں کی اکثریت نے انہیں دعوت دی تھی اور ان کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا تو وہاں یہودیوں کی ایک اقلیت بھی تھی، جو دولت اور زمین کی ملکیت کے لحاظ سے خاصی بااثر تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنحضرتؐ نے ان کے ساتھ جس قسم کا معاہدہ کیا اس سے اسلام کی روح کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ انہیں اپنے عقائد و اعمال کی پیروی کرنے، اپنے طریقہ زندگی کو آزادی سے ادا کرنے کا مکمل حق تسلیم کیا گیا۔ اس کے ساتھ انہیں یہ یقین بھی دلایا گیا کہ اگر ان کے مقدمات آپ کے سامنے پیش ہوئے تو ان کا فیصلہ ان کی اپنی شریعت اور قانون کے مطابق کیا جائے گا۔ لیکن انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے کفار مکہ سے خفیہ ساز باز شروع کر دی۔ انہوں نے پتھر کی ایک چٹان لڑھکا کر یا زہر دے کر آنحضرتؐ کو ختم کرنے کی بھی کوشش کی اور ایک یہودی عورت نے تو آپؐ کو زہر کھلا ہی دیا لیکن خوش قسمتی سے اس کا اثر مہلک ثابت نہ ہو سکا۔ آپؐ نے یہود و نصاریٰ کو یقین دلانے کی انتہائی کوشش کی کہ آپؐ کا مقصد محض ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے لائے ہوئے ابدی پیغام کی تکمیل ہے۔ ان کی فراخ دلی سے تعریف کی۔ ان کی کتابوں کو الہامی اور ان کی تعلیمات کو نور ہدایت اور حیات افزا قرار دیا اور خود ان کو خدائے واحد کے سچے پیغمبر تسلیم کیا۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ یہودی ان سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ وہ پیچیدہ اسرائیلی قوانین کی مکمل پیروی کریں اور عیسائی ان سے تثلیث، اوتاری اور کفارے کے عقیدوں کو تسلیم کرنے کی توقع رکھتے تھے۔ لیکن ان باتوں کو تسلیم کرنا آنحضرتؐ کی بنیادی تعلیمات اور اسلام کی اصلاحی تحریک کی روح کے منافی تھا۔ اس کے باوجود ان کی خواہش تھی کہ یہ دو ملتیں جو توحیدی عقیدے کی حامل تھیں، مسلمانوں کے ساتھ صلح، امن اور آشتی سے رہ سکیں، کیونکہ ان تینوں میں کم از کم ایک چیز تو مشترک ہے یعنی عقیدۂ توحید قل یا اھل الکتاب تعالوا.... (۳ : ۶۴)

یہ پیش کش اس وقت قابل توجہ نہ سمجھی گئی لیکن اب چودہ صدی کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعد کم از کم عیسائی دنیا کے بہترین افراد بظاہر اس کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نظر آتے ہیں۔ اس پیش کش میں صرف چند باتیں ہیں ایک خدا پر ایمان جو سب توحیدی مذاہب میں مشترک ہے۔ خدا کے سامنے تمام انسانوں کی مساوات یعنی کوئی فرد یا جماعت کسی شخص یا اشخاص کو اپنا خداوند یا الہ نہ تسلیم کرے' اس وقت بھی جب یہ پیش کش قبول نہ کی گئی تو مسلمانوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اہل کتاب سے ہر قسم کے بہترین روابط یا رشتہ مودت و الفت قائم کریں جو مشرک اور کفار کے ساتھ ممکن نہ تھا۔ مسلمانوں کو اجازت تھی کہ وہ یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے تبدیلی مذہب کا تقاضہ کیے بغیر شادی کرسکتے ہیں اور ان کے اکل و شرب میں شامل ہوسکتے ہیں۔ قرآن میں نیک عیسائیوں کی خاص طور پر تعریف کی گئی ہے کہ وہ اپنے ایمان اور ہمدردیوں میں مسلمانوں سے نزدیک ترین ہیں اور خدا کی محبت میں سرشار اور عجز و انکسار کے پتلے ہیں۔

ایک دوسری جگہ قرآن میں مسلمانوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ ایک قوم کے تمام افراد یکساں نہیں اور اس لیے محض کسی ایسی قوم کا فرد ہونا جس کو تم ناپسند کرتے ہو یا جو تمہاری دشمن ہے اس کے خراب ہونے کی دلیل نہیں۔ افراد کی اچھائی یا برائی کا معیار بھی انفرادی ہونا چاہیے نہ کہ مجموعی۔

انصاف کے معاملے میں دوست' دشمن' مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں' اخلاقی یا قانونی حدود میں معیار ایک اور یکساں چاہیے اور اس میں کسی قسم کی دوئی قابل برداشت نہیں سمجھی گئی۔ ہر قسم کا جارحانہ اقدام ممنوع قرار دیا گیا۔ قرآن میں بے شمار آیات ہیں جن میں یہ چیز دہرائی گئی ہے کہ خدا حدود اللہ سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام کا بنیادی نظریہ حیات صرف تمام دیگر ادیان کو آزادی دینا ہی نہیں بلکہ سیاسی نظام اور معاشرتی ماحول میں مکمل حفاظت کا انتظام بھی ہے۔ مندرجہ ذیل آیات دیکھیے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ولو لا دفع اللّٰہ الناس بعضہم لبعض لہدمت .... الخ یہ چیز قابل غور ہے کہ ایسی کتاب جو اسلام کی داغ بیل رکھ رہی ہے۔ اس میں دوسرے ادیان کے معبدوں کی حفاظت کا ذکر مسجدوں کی حفاظت سے مقدم ہے۔ اپنے معبدوں کی حفاظت ایک فطری بات ہے۔ اور یہ اجتماعی نفسیات کی ایک بنیادی حقیقت ہے۔ ایسے حالات میں جب مسلمانوں سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ وہ دوسرے ادیان کے پیروؤں کے معبدوں کی حفاظت کو اپنی مسجدوں سے بھی مقدم سمجھیں تو انسانیت کی تاریخ میں گویا ایک عظیم الشان انقلاب کی داغ بیل ڈالنا ہے۔ دوسرے مذاہب اور ان کی آزادی کو برقرار رکھنے کا شدید جذبہ تھا جس کے باعث ابتدائی جنگوں میں مسلمانوں نے نہتے شہریوں' بوڑھوں' عورتوں اور بچوں کی ہمیشہ حفاظت کی۔ کسی مذہب کے پجاریوں' پروہتوں اور راہبوں پر تلوار نہ اٹھائی اور نہ کسی عبادت گاہ کو مسمار ہونے دیا۔ ان جنگوں کا مقصد تمام انسانوں کی آزادی کو بحال کرانا تھا' نہ کہ کمزوروں اور مفتوحہ ملکوں کے باشندوں کا استیصال۔ فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ بذات خود وہاں پہنچے۔ ان کے ساتھ کوئی حفاظتی دستہ نہ تھا۔ ایک ہی اونٹ پر وہ اور ان کا ملازم باری باری سوار ہو کر سفر کرتے رہے۔ وہاں پہنچ کر وہ عیسائی بشپ کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ حضرت عمرؓ نے بشپ سے باہر جا کر نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ جس پر اس نے گرجا ہی میں نماز پڑھنے کی پیش کش کی۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ "ٹھیک ہے ہم خدا کی زمین پر ہر جگہ نماز ادا کرسکتے ہیں۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرے اس عمل سے آئندہ زمانے میں مسلمان اس گرجے کو مسجد میں تبدیل کرنے کا جواز نہ پیدا کرلیں۔" اس سے اسلام کی صحیح ہیئت سامنے آجاتی ہے کہ اس کا مقصد تمام ادیان و عقائد کی آزادی کا بحال کرنا تھا نہ کہ دوسروں کی آزادی پر ڈاکہ ڈالنا اور ان پر غاصبانہ حملہ اور قبضہ کرنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں ایک عیسائی وفد کے اراکین کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہماری عبادت میں موسیقی و ارغنون وغیرہ استعمال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ آپؐ کے خیال میں مسجد میں یہ چیز مناسب نہ ہو۔ لیکن آپ نے اس کے باوجود ان کو اپنے طور پر نماز ادا کرنے کی اجازت دی۔ کیا کوئی ایسا روادار اور فراخ دل پیغمبر دوسرے مذاہب و عقائد کے خلاف کسی قسم کی سختی اور تنگ نظری روا رکھ سکتا تھا؟ قرآن کریم میں ایک جگہ آتا ہے کہ اس دنیا کے انسان کبھی ایک عقیدے یا ایک نظریے کے پیرو نہیں ہوسکتے اور اس لیے ان کے شرائع اور رسوم و رواج میں اختلاف یقیناً موجود رہیں گے لیکن ان کے اختلافات کے باوجود ہر ایک کی یہی کوشش ہونی چاہیے اور یہی اصل چیز ہے کہ خیر کے حصول کی انتہائی کوشش کی جائے اور اسی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا عزم کیا جائے۔ لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا... فاستبقوا الخیرات (۵: ۴۸)

پرامن باہمی موجودیت کا یہی نظریہ تھا جس کے باعث مسلمان ملکوں میں اسلامی سیاسی استیلا کے باوجود غیر مسلم ملتیں اپنی انفرادی زندگی اور تمدن و تہذیب کو برقرار رکھ سکیں۔ عیسائی کلیسا سے ناقوس کی آواز متصلہ مسجد کی اذان کے ساتھ بلند ہوتی تھی۔ ہسپانیہ میں تقریباً آٹھ صدی تک مسلمانوں کی حکومت رہی۔ لیکن انہوں نے کبھی دباؤ یا جبر سے غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی کوشش نہ کی۔ ان کی اس حکمت عملی ہی کا نتیجہ تھا کہ جب مسلمانوں کی فوجی طاقت کمزور ہوئی تو غیر مسلم اکثریت نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور ان کی ثقافتی اور مذہبی آزادی کا بالکل پاس نہ کیا اور تمدن و تہذیب جو مسلمانوں نے وہاں پیدا کیا اور جس کی ضیا پاشیوں سے تمام یورپ بعد میں منور ہوا اس متعصبانہ لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا ہوگیا۔ ترکوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے مشرقی یورپ پر چار صدی تک حکومت کی اور مختلف عیسائی فرقوں اور گروہوں کو مکمل مذہبی اور ثقافتی آزادی دیے رکھی۔ ایک عثمانی سلطان نے تمام غیر مسلم رعایا کو جبراً" مسلمان کرنے کا ارادہ ظاہر کیا' لیکن علماء نے قرآنی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی شدید مخالفت کی۔ انہوں نے اصول کی خلاف ورزی کرنے کے بجائے اقلیت میں رہنے کو ترجیح دی' اگرچہ آخرکار اس کے سیاسی نتائج ان کے حق میں اچھے نہ ثابت ہوئے۔

برعظیم ہندو پاکستان میں یہی صورت حال تھی۔ کسی سیاسی یا تبلیغی کوشش کے بغیر ہندو عوام پر برہمنوں کی ذات پات کی تقسیم کے شدید عملی مضرات سے تنگ آکر مسلمان ہوتے رہے اور یہ عمل اس وقت بھی جاری رہا جب مسلمانوں کا سیاسی غلبہ ختم ہوگیا حتی کہ پنجاب میں سکھوں کے تاریک ترین دور حکومت میں بھی جب شاہی مسجد رنجیت سنگھ کے اصطبل میں تبدیل کی جاچکی تھی اسلام کی فتوحات بدستور جاری رہیں۔ اسی طرح جس طرح آج افریقہ میں عیسائی مشنری تنظیم و روپے کے علی الرغم مسلمانوں کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے' اس کا سبب صرف اسلام کی سادہ تعلیم' غیر عقلی عقائد کا فقدان اور انسانی مساوات کے تصورات ہیں' انڈونیشیا میں بھی اسلام اس وقت پھیلا جب وہاں ہالینڈ کے عیسائی حکمران اپنے عقائد کی تبلیغ کے لیے سیاسی قوت اور سرمایہ صرف کرنے میں دریغ نہیں کررہے تھے۔

یہودی جو قبل مسیح اور بعد میں خود عیسائی سلطنتوں اور علاقوں میں ہمیشہ ظلم و ستم کا تختہ مشق بنے رہے ان کو اسلام کے بعد چین اور آرام کی زندگی میسر آسکی۔ کسی شہر میں یہودی باڑہ (Ghetto) نہ تھا۔ مغربی عیسائی سلطنتیں ان پر ظلم کرتیں تو وہ پناہ لینے کے لیے اسلامی ملکوں میں جا پہنچتے جہاں ان کے لیے دوسرے باشندوں کی طرح ترقی کے تمام مواقع کھلے تھے۔ کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی ملک میں یہودیوں کے خلاف نہ کبھی جذبہ عناد پیدا ہوا اور نہ ان پر حملے ہوئے۔ اگرچہ بدقسمتی سے جدید دور میں ان مراعات اور رواداری کے بدلے میں جو سلوک بین الاقوامی جارحانہ صیہونیت نے عربوں کے ساتھ کیا ہے وہ سب کے سامنے واضح ہے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق جو رویہ مسلمانوں کا رہا ہے اس کے متعلق دو واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آنحضرتؐ نے مدینے کے یہود سے جو معاہدہ کیا اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

> "ان یہود ... الخ بنی عوف کے یہود مسلمانوں کی طرح ایک ملت شمار ہوں گے۔ ہر قسم کے حملے کے خلاف ان کا دفاع مسلمانوں کے ذمے ہوگا۔ ان دونوں کے تعلقات خوش سگالی اور باہمی مشترکہ مفاد پر مبنی ہوں گے۔ یہود کے حلیف مسلمانوں کے حلیف شمار ہوں گے۔ اور ہر مظلوم کی حمایت کی جائے گی خواہ وہ کسی گروہ سے ہو۔

نجران کے عیسائیوں کو جو آزادی کا منشور دیا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں:

> لنجران جو... الخ۔ نجران کے عیسائی خدا اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہوں گے۔ ان کی جان و مال، عقائد اور علاقوں کی حفاظت کی جائے گی اور یہ حفاظت کی ذمہ داری نہ صرف ان تک محدود ہوگی جو اس وقت موجود ہیں، بلکہ ان پر بھی عائد ہوگی جو اس وقت موجود نہیں (یعنی آنے والی نسلیں) اور ان پر بھی جو اس قبیلے کی حفاظت میں ہیں (وہ اس قبیلے سے متعلق ہوں یا نہ ہوں)

فلسطین پر قبضہ ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے جو آزادی کا منشور ایلیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے باشندوں کو دیا اس کے الفاظ درج ذیل ہیں:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم... الخ۔ یہ امام کا وہ منشور ہے جو خدا کے بندے عمر امیر المومنین نے ایلیا کے باشندوں کو دیا۔ ان کی جان و مال، گرجاؤں اور صلیبوں کی حفاظت کی جائے گی۔ ہر شہری خواہ وہ تندرست ہو یا بیمار، ہماری امان میں ہو گا۔ ان کے گرجا لوگوں کی رہائش گاہوں میں تبدیل نہ ہوں گے اور نہ ان کو گرایا جائے گا۔ ان کی جائداوں اور صلیبوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا، نہ ان پر کسی قسم کا مذہبی دباؤ ڈالا جائے گا اور نہ کسی شخص کو پریشان کیا جائے گا۔

آذربائیجان، جرجان اور مدائن کے شہریوں کو جو امان نامے حضرت عمرؓ نے دیے ان کے الفاظ بھی تقریباً ایسے ہی ہیں۔ صرف یہ اضافہ ہے کہ ان کے شرائع کی (مذہبی قوانین کی) حفاظت کی جائے گی اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے اور ان کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کی پوری آزادی ہو گی۔

قرآن کریم میں اسلام کی تبلیغ و توسیع کے لیے قوت یا دباؤ کا استعمال قطعاً ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے عملی کردار سے دوسروں کو متاثر کریں اور ان کے سامنے ان ابدی حقائق کو پیش کریں جن کی اسلام نے تصدیق کی ہے اور ان حقائق کو بھی جو وسیع تر اور ارتقا پذیر انسانیت کے لیے ناگزیر ہیں۔ قرآن کریم نے اس کام کے لیے صرف تین طریقوں کی اجازت دی ہے۔ اور آنحضرتؐ کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تمام کوششیں صرف ان ذرائع کے استعمال تک محدود رکھیں:

ادع الی سبیل ربک... الخ۔ اے پیغمبر! لوگوں کو اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا کے راستے کی طرف حکمت، موعظتہ اور اچھے دلائل
کے ساتھ دعوت دو۔

مذہبی جھگڑوں میں عام طور پر لوگ مخالفین کے قابل حرمت اشخاص اور اشیا کے متعلق ناواجب اور ناروا الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن نے اس قسم کے غیر مہذب حملوں سے منع کیا ہے حتیٰ کہ مشرکین کے جھوٹے دیوتاؤں کے متعلق بھی برے الفاظ استعمال کرنے سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اس طرح ان کی طرف سے خدائے واحد کے خلاف غلط باتیں منسوب کیے جانے کا خطرہ ہے۔

ولا تسبو الذین... الخ (۶: ۱۰۸)
قل یا یھا الکفرون لا اعبد... الخ (۱۰۹: ۱،۲)

اس سورۃ میں آنحضرتؐ کو اعلان کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ معبود کے متعلق مخالفین میں کسی قسم کی مصالحت کی گنجائش نہیں، اس لیے مختلف عقائد کے پیرووں کا فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کو مکمل آزادی دیں۔ صداقت اور کذب واضح ہو چکے ہیں، اس لیے اب لوگوں کو سوچنے اور آزادی سے اپنا راستہ اختیار کرنے کا موقع دینا چاہیے۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (۲: ۲۵۶)
فان اعرضوا فما ارسلناک علیھم... الخ (۴۲: ۴۸)

"اے رسول! اگر وہ صداقت سے اعراض کریں تو انہیں چھوڑ دو جب تم نے پیغام پہنچا دیا تو تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔

لست علیھم بمصیطر (۸۹: ۲۲) قل لست علیھم بوکیل
(۶: ۶۶) نحن اعلم بما یقولون وما انت علیھم بجبار (۵۰: ۴۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اے رسول! ہم جانتے ہیں جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ تم انہیں ایمان لانے کے لیے مجبور کرنے پر مامور نہیں ہوئے۔

کچھ یہودی مسلمان ہوچکے تھے، لیکن ان کے بیٹے ابھی اپنے قدیم دین پر تھے۔ ان کے والدوں نے ان کو مجبور کرنا چاہا تو اس موقع پر یہ آیت اتری کہ لااکراہ فی الدین ایک دوسری جگہ یہی تنبیہہ دہرائی گئی۔

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (۱۰: ۹۹)

کیا تم لوگوں کو مجبور کروگے حتیٰ کہ وہ مسلمان ہو جائیں؟

اسلام نے جو رویہ دوسرے ادیان کے متعلق اختیار کیا ہے اس کی بنیاد اس تعلیم پر ہے کہ صحیح دین ہمیشہ سے توحیدی رہا ہے اور ان تمام توحیدی ادیان کے ہاں بنیادی اخلاقی اقدار مشترک رہے ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں پیغمبر اور رسول مختلف قوموں کے پاس آتے رہے ہیں جو انہیں صحیح تعلیم دیتے رہے، لیکن مرور زمانہ سے یہ تعلیم خراب ہوتی رہی۔ ایک مسلمان کو تمام مذاہب کی اصلی اور بنیادی سچائیوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ غیر مسلموں نے عام طور پر آنحضرتؐ پر حملہ کرنا ضروری سمجھا اور مغرب نے جو کتابیں اسلام پر لکھی ہیں ان میں اس ترقی پذیر، لبرل دین کی غلط ترجمانی کے علاوہ آپؐ کی ذات کے خلاف زہریلے حملے کیے جاتے ہیں۔ لیکن اپنے عقائد کی رو سے مسلمان ان کا ترکی بہ ترکی جواب نہیں دے سکتے۔ اس لیے اسلامی کتب میں کسی دین کے رہنما کے متعلق ناروا حملے نہیں پائے جائیں گے۔ ایک مسلمان ابراہیمؑ موسیٰ علیہ السلام یا دوسرے نبیوں کے خلاف کیسے منہ کھول سکتا ہے؟ قرآن میں مذکور ہے کہ لاتعداد رسولوں میں سے صرف چند کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے غالب خیال یہ ہے کہ وہ نیک ہستیاں، جن کو ہندو یا چینی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، وہ یقیناً حق تعالیٰ کے پیغمبر ہوں گے۔ وہ قومیں جن کے پاس الہامی کتابیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں ان کو اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ عرب میں صرف عیسائی اور یہودی ہی ایسی دو قومیں آباد تھیں۔ اس کے بعد کئی اور قوموں سے بھی ملنے کا اتفاق ہوا جن کے ہاں قدیم دینی روایات تھیں، اس لیے اہل کتاب کی اصطلاح ان سب پر حاوی ہے اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان کے اور اپنے درمیان عقائد کے اشتراک اور اتفاق میں ہم آہنگ کی نشاندہی کریں تاکہ باہم میل جول اور خیرسگالی کے تعلقات قائم کرنے میں آسانی ہو۔ قرآن نے توحیدی عقائد رکھنے والے گروہوں سے جو تعاون کی اپیل کی ہے وہ تمام مہذب انسانیت کو اپیل ہے۔ لیکن اگر کوئی قوم چھوٹی یا بڑی الحادی مادیت کو مع اس کے تقاضوں کے بطور عقیدہ قبول کرتی ہے، تو اس سے البتہ کسی قسم کا تعاون کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن پھر بھی قرآن کی دعوت یہی ہے کہ ہر اس شخص اور گروہ سے تعاون کیا جائے، جو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا اور ان پر عمل کرتا ہے۔ اگر لادین اشخاص بھی اخلاقی کوشش میں دیانتداری سے تعاون کرتے ہیں تو اس حد تک ان سے تعاون کیا جاسکتا ہے۔

تعاونوا علی البر ... (۵ : ۲)

تمام توحیدی مذاہب میں نیکی اور تقویٰ کی تعریف تقریباً یکساں طور پر کی گئی ہے اس سے تعاون کا دائرہ خاصا وسیع ہے، لیکن جہاں اس کے متضاد نظریات کارفرما ہوں تو تعاون کا حلقہ بہت محدود ہو جاتا ہے۔ دوسرے توحیدی مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ اسلام کا رویہ محض سلبی اور انفعالی رواداری کا نہیں بلکہ ایجابی افہام و تفہیم کا ہے۔ قرآن میں نجات یافتہ اشخاص کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ رنج و خوف سے بالا ہیں۔ قرآن ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو صداقت یا نجات کی اجارہ داری کا دعویٰ کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں دو جگہ ذکر کیا گیا ہے کہ کائنات کی بنیادی صداقتیں یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ خدائے واحد پر ایمان، موت کے بعد انسانی انا کا بقا اور ایک اخلاقی نظام کا وجود جس کے باعث موت کے بعد انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق سزا اور جزا ملتی ہے۔ جو شخص بھی ان صداقتوں پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے، وہ نجات یافتہ ہے اور اس نے اپنا فرض ادا کیا، خواہ وہ کسی گروہ سے تعلق رکھتا ہو۔

ان الذین امنوا... (۲: ۶۲)

لوگوں میں رسم و رواج اور شرائع کے لحاظ سے اختلاف ہوتا رہے گا اور ایک ہی منزل تک پہنچنے کے لیے مختلف راستے اختیار کیے جاتے رہیں گے لیکن تمام وہ لوگ جو ایک روحانی زندگی پر ایمان رکھتے ہیں، سب نجات پائیں گے۔ بعض تنگ نظر مسلمان علماء نجات کے متعلق قرآن کے اس فراخ دلانہ رویے کو پسند نہیں کرتے اور اسے اپنی اجارہ داری کے خلاف سمجھتے ہیں۔ وہ اس کی تشریح اس کے واضح مفہوم کے بالکل برعکس کرتے ہیں۔ ان کی ذہنیت تقریباً وہی ہے جس کا تذکرہ قرآن نے متعصب اور تنگ نظر عیسائی اور یہودی علماء کے متعلق کیا ہے۔

قالت الیھود لیست النصاری علی... الخ۔ (۲: ۱۱۳)

لارڈ ہیڈلے نے خود مجھ سے بیان کیا کہ جب اس نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تو ان کا ایک عزیز ترین دوست ایک بشپ ان کے پاس آیا اور کہا "مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ اس تبدیلی مذہب سے جہنم واصل ہو جاؤ گے۔" ہیڈلے نے جواب دیا تمہارے مذہب کی یہی تنگ دلی اور تعصب ہے جس نے مجھے اس کو چھوڑ کر ایک دوسرے زیادہ لبرل مذہب میں داخل ہونے پر مجبور کیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ چونکہ میں نے Dogmas پر ایمان لانا ترک کر دیا ہے، اس لیے میں جہنم میں جاؤں گا لیکن اسلام جس کو میں نے اختیار کیا ہے، اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تعلیم ہے کہ چونکہ تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور بہت اچھے آدمی ہو' اس لیے تم جہنم میں نہیں جاؤ گے۔ اسلام کا خدا ان چھوٹے مسائل کے متعلق متعصب اور تنگ نظر نہیں۔"

عقلیت پسند' انسانیت کے علمبردار اور تجربیت پر یقین رکھنے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ مذہب انسانوں میں تفریق اور اختلاف پیدا کرتا ہے۔ قرآن کا خیال ہے کہ یہ خرابیاں مذہب کے باعث نہیں' بلکہ مذہب کے غلط استعمال سے پیدا ہوئی ہیں۔ اسلام انسانیت کی بنیادی وحدت کا قائل ہے جو ابدی حقائق کے مشترکہ حلقے میں ناگزیر اور شاید پسندیدہ کثرت کو تسلیم کیے بغیر ممکن الحصول نہیں۔ صحیح دین' آپ اسے اسلام کہہ لیجئے یا کوئی اور نام دے دیجئے' زندگی کے متعلق ایسا نظریہ ہے جس سے غیر عقلی اختلافات کم ہوں گے اور خیرسگالی' محبت اور تعاون و تفہیم کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com